عذابِ الٰہی اور قانونِ فطرت

از مولانا محمد صاحب انوری لائل پوری فاضلِ دیوبند

(۲)

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مضمون کا یہ حصہ آپ کے دماغ کی انتہائی کاوشوں کا نتیجہ ہے اسی لیے رت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے مقابلہ میں وسعتِ مطالعہ کا ضمنی دعویٰ بھی ہے اور قرآنی نکات کی تحلیل اور یات کے فلسفہ کی توضیحات میں آپ کی امتیازی شان نمایاں ہے۔ لہٰذا ہم بھی ان سطور کے متعلق ذرا یلی گذارش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

۱۔ آپ نے فرمایا "یہ کون نہیں جانتا کہ معجزہ ناممکن عجائبات کی ایک قسم ہے۔ قوانین فطرت کی کارکردگی س میں کوئی دخل نہیں" یہ محض آنجناب کا حضرت شاہ صاحب کے ساتھ تمسخر ہے، ورنہ کوئی مسلمان زات کو ناممکن اور ممتنع و محال نہیں سمجھتا۔ اگر معجزہ ممتنع ہوتا تو انبیا علیہم السلام کے ہاتھ پر کیسے ظہور ہوتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ معجزہ فعلِ خدا ہے اس کا ظہور اسی کے ارادے اور قدرت سے نبی کے ہاتھ پر ہے۔ ہاں آپ کے مضمون کی بنا اسی پر معلوم ہوتی ہے کہ معجزہ ایک محال امر ہے۔ لیکن قانون فطرت لباس میں اس سے انکار فرما رہے ہیں اور جس کا ظہور انبیا علیہم السلام سے ہوا، اُس کو جادو کی نہیں بلکہ بہن فرماتے ہیں فقط ضعف و قوت کا فرق ہے۔ آپ کے نظریہ کا حاصل یہ نکلا کہ معجزہ یاءؑ کے ساتھ خاص نہیں غیر نبی سے بھی اس کا صدور ہو سکتا ہے۔ جمہور امت محمدیہ جس کو معجزہ کہتی ہے آپ کے نزدیک قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔

۲۔ آپ نے آیت کا ترجمہ بھی عجیب و غریب ادبی محاورہ کے تحت فرمایا ہے، جو آپ ہی کی شان کے شایاں ہیں۔ ورنہ "فلمّا جاءھم بآیٰتنا" کا یہ ترجمہ کہ "جب کبھی ہم اپنی نشانیاں دکھلاتے" کسی مفسر نے نہیں کیا۔ یہ آپ ہی کا مخصوص حصہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "ما نریھم من اٰیۃ الا ھی اکبر من اختھا (کیونکہ ہم نے جتنی بھی نشانیاں دکھائیں وہ جادو کی بڑی بہن تھیں) معلوم نہیں یہاں "جادو" کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

آپ نے جو توضیح فرمائی ہے اُس میں فرماتے ہیں کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے دعویٰ کیا تھا کہ آپ کے جادو کی مثل میں بھی اپنے جادو کی نمائش کرونگا لیکن قرآن نے مثل نہیں بلکہ اُخت فرمایا گویا قرآن نے فرعون کے قول کی تصدیق فرما کر ترقی کر کے اُس کو جادو کی اُخت بھی فرما دیا ماشاءاللہ کیا ہی عجائب و غرائب نکات کا گنجینہ سید صاحب نے اُمت کو عطا فرمایا سورۃ زخرف کا یہ رکوع اول سے آخر تک دیکھ لیا جائے کہیں اس کا ذکر نہیں کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعویٰ کیا ہو تیرے اس جادو کے مقابلہ میں میں اپنے جادو کی نمائش کرونگا۔ اور پھر قرآن نے آپ کے معجزات کو جادو کی بہن فرمایا ہو یہ صریح تحریف قرآنی ہے جس کی ایک عالم کو جرأت نہیں کرنی چاہیے۔ نہ یہاں جادوگروں کے ایمان کا ذکر ہے نہ اُنکے ارتقاءِ علمی کے جادو کا ظہور یہاں تو اس مبحث سے متعلق کوئی ذکر ہی نہیں جن آیات میں فرعون کے جادوگروں اور موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ مذکور ہے۔ ان بھی کہیں یہ نہیں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ جادو کی بہن تھا۔

فلمّا جاءھم الحق من عندنا قالوٓا	پس جب پہنچی اُن کو سچی بات ہمارے پاس سے کہنے
ان ھٰذا لسحرٌ مّبین . قال موسیٰ	لگے یہ تو جادو ہے کھلا، کہا موسیٰ نے کیا تم یہ کہتے ہو
اتقولون للحق لمّا جاءکم اسحرٌ ھٰذا	حق بات کو جب وہ پہنچی تمہارے پاس کیا یہ جادو ہے؟
ولا یفلح الساحرون . (یونس)	اور نجات نہیں پاتے جادو والے۔

فلمّا القوا قال موسیٰ ما جئتم به السحر، اِنّ الله سيبطله، اِنّ الله لا يصلح عمل المفسدين و يحق الله الحق بكلمٰتهٖ ولو كره المجرمون.

پس جب اُنہوں نے ڈالا موسیٰ بولا تم جو لائے ہو سو جادو ہے اب اللہ اُس کو بگاڑتا ہے، بیشک اللہ نہیں سنوارتا شریروں کے کام اور اللہ سچا کرتا ہے حق بات کو اپنے حکم سے اور پڑے بُرا مانیں گنہگار
(شیخ الہندؒ)

دیکھیے فرعون اور فرعونیوں کے جادو کہنے کو قرآنِ عزیز نے کس اعجاز بیانی کے ساتھ توڑ کر ھ دیا معجزہ کو حق اور جادو کو باطل فرمایا ان آیات کو بار بار پڑھیے۔ آپ پر منکشف ہو جائیگا کہ معجزہ اور جادو ں اتنا ہی فرق ہے جتنا حق اور باطل میں اگر آپ کے نزدیک حق اور باطل بھائی بہن ہو سکتے ہیں فر اور ایمان میں بھی شاید رشتہ داری قائم کرادینگے۔

شکر ہے کہ آپ کے قلم سے بھی قانونِ قدرت نے نکلوا ہی دیا کہ "ان کا معجزہ کسی استعداد ے وابستہ نہ تھا" جادوگروں کو یقین ہو گیا تھا کہ اتنی معجزانہ قوت اکتساب اور مشق سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ ور یہ شخص یقیناً مافوق الفطرت قوتوں سے ممتاز ہے" یہ بھی آپ نے تسلیم کر لیا کہ معجزہ مافوق الفطرت قوتوں ے ممتاز ہوتا ہے۔

اب ذرا آیت زخرف کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ولقد ارسلنا موسیٰ باٰیٰتنا الیٰ فرعون وملائه فقال انّی رسول رب العٰلمین فلمّا جاءهم باٰیٰتنا اذا هم منها يضحكون وما نريهم من اٰية الّا هی اكبر من اختها واخذناهم

اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس تو کہا میں بھیجا ہوا ہوں جہان کے رب کا پھر جب لایا ان کے پاس ہماری نشانیاں تو لگے ان پر ہنسنے اور جو دکھلاتے گئے ہم اُن کو نشانی سو پہلی سے بڑی اور پکڑا ہم نے

بالعذاب لعلّهم یرجعون ۔ اُن کو تکلیف میں تاکہ وہ باز آئیں ۔

علّامہ راغب اصفہانی امام لغت مفردات القرآن میں فرماتے ہیں :-

ای من الاٰیۃ التی تقدمتھا وسماھا اختھا لاشتراکھما فی الصحۃ و الابانۃ والصدق ۔ یعنی ما نریھم من اٰیۃ الاھی اکبر من اختھا کا یہ مطلب ہے کہ جو آیت ہم دکھاتے جاتے تھے وہ پہلی آیت سے بڑی ہوتی ہے اور اُس کو اُخت اس لیے فرمایا کہ ان دونوں کا صحت ، سچائی اور وضاحت اور روشن ہونے میں اشتراک تھا ۔

الحاصل آیات اور اُختھا سے مُراد معجزات موسوی ہیں ، نہ کہ ساحرین کا جادو اور موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی بھائی بندی ۔

ولقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیٰتٍ بیّنٰت فسئل بنی اسراءیل اذ جاءھم فقال لہٗ فرعون انی لاظنک یٰموسیٰ مسحورا ۔ قال لقد علمت ما انزل ھٰؤلاء الا رب السمٰوٰت والارض بصائر وانی لاظنک یٰفرعون مثبورا (بنی اسرائیل) ۔ اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں صاف ۔ پھر پوچھ بنی اسرائیل سے جب آیا وہ ان کے پاس تو کہا اس کو فرعون نے میری اٹکل میں موسیٰ تجھ پر جادو ہوا ہے ۔ بولا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں اُتاریں ، مگر آسمان اور زمین کے مالک نے سجھانے کو میری اٹکل میں فرعون تو غرق ہوا چاہتا ہے ۔

فی تسع اٰیٰت الی فرعون وقومہٖ انھم کانوا قوما فاسقین ۔ فلمّا جاءتھم اٰیٰتنا مبصرۃ قالوا ھٰذا سحر مبین ۔ (نمل) ۔ یہ دونوں (معجزہ عصا اور ید بیضا) مل کر نو نشانیاں لیکر جا فرعون اور اُس کی قوم کی طرف بیشک وہ تھے لوگ نافرمان پھر جب پہنچی اُن کے پاس ہماری نشانیاں سجھانے کو بولے یہ جادو ہے صریح ۔

ثم بعثنا موسیٰ بِاٰیاتنا الیٰ فرعون و	پھر بھیجا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور
ملائہٖ فظلموا بھا (اعراف)	اُس کے سرداروں کے پاس پس کفر کیا اُنھوں نے اُن
	کے مقابلہ میں۔
ولقد اخذنا اٰل فرعون بالسنین و	اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو قحطوں میں اور میووں
نقص من الثمرات لعلھم یذکرون (اعراف)	کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت مانیں۔
فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل	پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان اور ٹڈی اور چچڑی اور مینڈک
والضفادع والدم اٰیات مفصلات	اور خون بہت سی نشانیاں جُدی جُدی پھر بھی تکبر
فاستکبروا وکانوا قوماً مجرمین۔ (اعراف)	کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہگار۔

یہ آیات تھیں جو ایک دوسرے کی اُخت اور اکبر من اختہا تھیں جہاں یہ معجزات موسویؑ تھے وہاں فرعونیوں کے لیے الکتران میں سے عذاب بھی تھیں۔ اسی واسطے الاھی اکبر من اختہا کے بعد واخذناھم بالعذاب لعلھم یرجعون ذکر فرمایا گیا۔ سورۂ اعراف میں مفصل بنی اسرائیل کا یہ قصہ مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ	اور پوچھ ان سے حال اس بستی کا جو تھی دریا کے کنارے
البحر اذ یعدون فی السبت اذ تاتیھم	جب حد سے بڑھنے لگے ہفتہ کے حکم میں آنے لگیں انکے
حیتانھم یوم سبتھم شرعاً ویوم لا	پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر اور جس دن
یسبتون لا تاتیھم کذلک نبلوھم	ہفتہ نہ ہو تو نہ آتی تھیں اس طرح ہم نے ان کو آزمایا۔
بما کانوا یفسقون واذ قالت امۃ	اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور جب بولا ان میں سے
منھم لم تعظون قوماً اللہ مھلکھم	ایک فرقہ کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جن کو
او معذبھم عذاباً شدیداً قالوا	اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا ان کو عذاب دے
معذرۃً الیٰ ربکم ولعلھم یتقون	سخت وہ بولے الزام اتارنے کی غرض سے تمہارے

فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین
ینھون عن السوء واخذنا الذین
ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون
فلما عتوا عما نھوا عنہ قلنا لھم
کونوا قردۃ خاسئین ۰

رب کے آگے اور شاید کہ وہ ڈریں اور جب وہ بھول
گئے اس کو جو اُن کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے اُن
کو جو منع کرتے تھے بُرے کام سے اور پکڑا گنہگاروں
کو بُرے عذاب میں بسبب اُن کی نافرمانی کے پھر جب
بڑھنے لگے اس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم
نے حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل۔

۱۔سوال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود سے کیا گیا توبیخ اور تنبیہ کے طور پر چنانچہ آیت بقرہ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم میں آنحضور کے زمانہ مبارک کے یہود مخاطب ہیں۔ اور سورۂ مائدہ میں ھل انبئکم بشر من ذلک مثوبۃ میں بھی ان ہی سے خطاب ہو رہا ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ جب تمام قوم یہود مغضوب اور ملعون ہے اور لعنت اور غضب سے محض روحانی غضب مراد ہے۔ تو ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین اور جعل منھم القردۃ والخنازیر میں من تبعیضیہ لا کر اسی بات کا پتہ دیا گیا ہے کہ ممسوخ ہونے والے خاص افراد تھے تمام قوم مسخ نہیں کی گئی اور مسخ جسمانی کے سوا اور کوئی معنی متحقق نہیں ہو سکتے ورنہ یوں فرمایا جاتا ولقد علمتم انکم اعتدیتم فی السبت فقلنا لکم کونوا قردۃ خاسئین اور جعل القردۃ والخنازیر حالانکہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ میں من تبعیضیہ نہیں لایا گیا

۲۔ پھر اس آیت اعراف میں تین جماعتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ۱۔ فاسقین معتدین۔ ۲۔ واعظین۔ ۳۔ و... سے الگ۔ مؤخر الذکر نے مذکرین واعظین سے کہا کہ جن کو اللہ کا سخت عذاب آئیگا یا خدا ان کو ہلاک ہی کر دیگا ان کو نصیحت کیوں کرتے ہو۔

۳۔ پہلے ہی معتدین فی السبت تذکیر کو بھول گئے تو عذاب بئیس نے آ دبوچا جب اس پر بھی نہ

ہوئے تو ذلیل بندر بنا دیے گئے۔ والظاھر ان اللہ تعالیٰ اوقع بھم نکالا فی الدنیا غیر المسخ فلم یقلعوا عما کانوا علیہ فمسخھم قردۃ (روح المعانی)

۴۔ جن کے متعلق اللّٰہ مھلکھم او معذبھم کی پیشگوئی ہو رہی تھی ان کے ممسوخ القلب ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے، جو نہ وعظ کو تسلیم کریں نہ عذاب بئیس سے باز آئیں۔ اگر وہ روحانی ممسوخ نہیں تھے تو کیا تھے۔ پھر ان ممسوخین معنوی کو کونوا قردۃ خاسئین فرمانا اور محض روحانی مسخ کرنا کس عذاب کا اضافہ ہے؟ اور اس قصہ کی اس تفصیل اور تکرار اور اہتمام نے کس حقیقت کو واشگاف کیا۔

۵۔ خاسئین فعل ناقص کی خبر ہے۔ روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ خاسئین صاغرین اذلاء مبعدین عن کل خیر یعنی تم مطرود، ذلیل اور ہر خیر سے دور کیے گئے ہو۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں یہ اس لیے فرمایا گیا کہ یہ شبہ نہ ہو کہ دنیا میں ان کے عذاب کی تعجیل شاید ان کے رفع درجات اور دفع ذنوب کے لیے کافی ہو گی۔

۶۔ کونوا امر تکوینی ہے۔ اس سے مُراد سرعت تکوین ہے کہ حکم ہوتے ہی بلا توقف و امتناع بندر ہو گئے۔ خود اس قوم کو امر تکلیفی نہیں، کیونکہ ان کی طاقت سے یہ بات باہر تھی۔ اسی نکتہ کو وجعل منھم القردۃ و الخنازیر" سے حل فرمایا کہ باری تعالیٰ نے ان کو بندر بنایا "کونوا" میں جو شبہ مسخ معنوی کا سید صاحب کو ہو رہا ہے اس کو "جعل" سے دور کر دیا۔ دنیا میں ان کو بندر بنا دینا اس امر کو واضح کر رہا ہے۔ کہ یہاں ان کو یہی جزا دی گئی۔ یہی مجازات ہے جس سے ہمارے ابو النظر صاحب انکار فرما رہے ہیں اور مذکورہ بالا آیات اسی کو پیش کرتی ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ "بندر اپنی ساخت کے اعتبار سے خاسئین میں داخل نہیں بلکہ شرف انسانی سے قریب تر ہے۔ صرف اس کے خصائل اور عادات نے لیے لعنت بنا دیا ہے"۔

آنجناب غلط مبحث کر کے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی مسلسل سعی میں مصروف ہیں۔ یہ بات تسلیم بھی

کرلی جائے کہ بندر اپنی ساخت کے اعتبار سے خاسئین میں داخل نہیں لیکن جو انسان اپنی ملعونانہ خصائل
کی وجہ سے بندر بنا دیا جائے وہ تو ضرور خاسئین میں داخل ہوگا۔ قرآنِ عزیز بندروں کا نسب نامہ ذکر نہیں فرما
بلکہ اس قوم کا مردود ہو کر بندر بنایا جانا ذکر فرما رہا ہے۔ جب آنجناب کو تسلیم ہے کہ بندر کو "خصائل اور عاد
نے لعنت بنا دیا ہے"۔ تو جو انسان ہو کر بندروں کے سے کام کرتا ہو اس کو بندر کی شکل دے دینا کیوں متبع
ہے۔ دوم یہ بھی آپ کا فرمانا درست نہیں کہ بندر شرف انسانی کے قریب تر ہے۔ کیونکہ شرف انسانی بھی تو
محض جسم اور ہیکل کا نام نہیں وہ بھی تو خصائل حمیدہ ہی کا نام ہے۔ پھر آپ بندر کو شرف انسانی سے کیسے مشرف
فرما رہے ہیں۔ جبکہ اس کے خصائل لعنت ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ "کسی کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں، حالانکہ ابھی یہ فرما رہے تھے کہ انسان کو
شرف حاصل ہے" قرآن آپ کی تردید کرتا ہے۔ ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

آپ فرماتے ہیں کہ "اسلام تناسخ کا قائل نہیں اس کے نزدیک کوئی حیوانی شکل تناسخ کا نتیجہ نہیں
ہو سکتی"۔ حیرت ہے کہ ابو النظر صاحب نسخ اور مسخ میں بھی امتیاز نہیں کر سکے۔

تناسخ میں ارواح قوالب تبدیل کرتی ہیں اور یہ سب کچھ موت کے بعد ہوتا ہے۔

بہ تن ہائے معہود در میروند

بہ جسم سگ و خوک در میروند (گیتا ترجمہ فیضی)

اور مسخ میں ایک صورت سے دوسری صورت تبدیل ہوتی ہے۔ اسلام تناسخ کا قائل نہیں لیکن مسخ کا ضرور
قائل ہے:۔

ولو نشاء لمسخناهم علی مکانتهم فما — اگر ہم چاہیں صورت مسخ کر دیں ان کی جگہ ان کی تھاں
استطاعوا مضیا ولا یرجعون (یٰس) — پھر نہ آگے چل سکیں نہ الٹے پھر سکیں (شیخ الہند)

اللہ تعالیٰ نے قردہ اور خنازیر بنانے کو شر سے تعبیر نہیں کیا یہ محض مغالطہ ہے بلکہ قرآن نے اس قوم کی

[لع]نت فرمایا ہے جو مغضوب اور ملعون ہے۔ اور اس کے بہت سے افراد بندر اور خنزیر بنائے گئے تھے۔ اور جو [ط]اغوت کے پجاری ہیں کہ وہ بہت بُری جزا کے مستحق ہیں۔

یہ کس قدر صریح مغالطہ ہے کہ "خدا نے جن اقوام اور اُمم کو لعنت و غضب میں گرفتار کرکے آیات [الٰہ]ی میں داخل کیا ہے اُن کا چند لمحات میں مسخ ہوکر چند روز کے اندر مرجانا نہایت محدود مشتبہ اور غور طلب [مس]ئلہ ہوجاتا ہے"۔

حالانکہ تمام یہود کو بندر نہیں بنایا گیا چنانچہ ہم اوپر اس کی تفصیل نصوص قرآنی سے پیش کرچکے [ہی]ں۔ علاوہ بریں یہ بھی خود ساختہ اصول ہے کہ عذابِ الٰہی کے آیت ہونے کے لیے دوام شرط ہے۔ عبرت [او]ر موعظت کے لیے مخبر صادق کی خبر کافی ہے۔ ہر وقت آنکھوں سے دکھانا ہی شرط نہیں۔ ذرا سورۂ شعراء کو [دی]کھیے:۔

ثم اغرقنا الاخرین ان فی ذٰلک لاٰیۃ	پھر ڈبو دیا ہم نے اِن دوسروں کو اس چیز میں ایک نشانی ہے۔
(فرعونیوں کا غرق ہونا)	
فانجینٰہ ومن معہ فی الفلک المشحون	پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے۔
ثم اغرقنا بعد الباقین ان فی ذٰلک لاٰیۃ (قوم نوح)	اس لدی ہوئی کشتی میں پھر ڈبو دیا ہم نے ان باقی رہے ہوؤں کو البتہ اس میں نشانی ہے۔
فکذبوہ فاھلکناھم ان فی ذٰلک لاٰیۃ (قوم عاد)	پھر اُس کو جُھٹلانے لگے تو ہم نے ان کو ہلاک کردیا اس بات میں البتہ نشانی ہے۔
فاخذھم العذاب ان فی ذٰلک لاٰیۃ (قوم صالح)	پھر ان کو عذاب نے آپکڑا۔ البتہ اس میں نشانی ہے۔

وامطرنا علیهم مطرا فساء مطر — اور برسایا ان پر ایک برساؤ سو کیا بُرا برساؤ تھا ڈرائے

المنذرین ان فی ذلک لآیۃ (قوم لوط) — ہوؤں کا البتہ اس میں نشانی۔

فاخذھم عذاب یوم الظلۃ انہ کان — پھر کر لیا ان کو آفت نے سائبان والے دن کی بیشک

عذاب یوم عظیم ان فی ذلک لآیۃ — وہ تھا عذاب بڑے دن کا البتہ اس میں نشانی ہے۔

(قوم شعیب)

سورۂ یوسف میں ارشاد ہے:۔

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی — البتہ ان کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل

الالباب۔ — والوں کو

مشہور ہے قصص الاولین عبرۃ للاخرین۔ عبرت اور آیت ہونے کے لیے تسلسل شرط نہیں تاریخی حقائق

عقلمندوں کے لیے سبق آموز ہوتے ہیں۔

آپ فجعلنٰھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا وموعظۃ للمتقین سے عذاب کا تسلسل ثابت کرتے

ہیں حالانکہ اس سے عبرت اور نصیحت کا تسلسل ثابت ہوتا ہے۔ جب تک قرآنِ عزیز دنیا میں موجود ہے متقین

اس واقعہ کو پڑھینگے اور سبق لیتے رہینگے۔ علاوہ برآں قوم یہود جو مغضوب ہے وہ اب تک موجود ہے غضب کا

تسلسل ان میں دیکھتے جائیے۔ حدیثِ صحیح نے قردۃ اور خنازیر ہو جانے والوں کی نسل کے انقطاع ہو جانے

کی تصریح فرمادی ہے۔ آپ حضرت شاہ صاحب سے اُلجھ رہے ہیں۔ آپ نے اپنے نظریہ کی تائید میں

یانار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم پیش کیا ہے، حالانکہ کونوا قردۃ کو اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق

۱۔ پہلی آیت میں عذاب میں ابتلا کیا گیا ہے۔ اور اس میں کید نمرود کا ابطال ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام

کے اعجاز کا تذکرہ ہے، نار ایک بے جان چیز ہے۔ اور اس کو انسان پر کس طرح قیاس کر لیا۔

۲۔ ایک منصوص امر کو دوسرے منصوص امر پر قیاس کرنے کے لیے صریح دلیل کی ضرورت ہے۔ آپ

ں قرینے سے یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ دونوں جگہ یکساں تکوینی حکم ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں
شئون اللہ تعالیٰ وراء ما تصل الیہ الافہام فدع عنک الکلام والخصام اللہ تعالیٰ کے کاموں
افہام کی رسائی نہیں اس میں تنازع اور تکلم چھوڑنا ہی بہتر ہے (رح)

۳۔ یا نار کونی بردا وسلاماً میں مطالبہ ہی فقط برودت اور سلامتی کا تھا۔ لہٰذا حرارت سلب
ی گئی اور برد کا تحقق ہوگیا۔ اگر یا نار اطفئی یا کونی ماءً حکم فرمایا جاتا اور پھر فقط حرارت ہی مسلوب ہوتی
پ کا قیاس صحیح ہوسکتا تھا۔ کہ دیکھیے فقط ایک ہی پہلو وقوع پذیر ہوا یعنی "معنوی تکوین"۔ یہاں تو مطالبہ
ں یہ نہیں تھا۔

۴۔ یا نار کونی برداً میں برودت کے بعد نار نار ہی نہ رہی تھی اس لیے کہ برد ہونا نار کی حقیقت میں
خل نہیں اس کا قوام حرارت پر ہے۔ بلکہ حرارت ہی اصل نار ہوتی ہے۔ شعلہ کا وجود ہر وقت ضروری نہیں
م کہتے ہیں کہ آگ برس رہی ہے۔ حالانکہ محض شدت حرارت کو آگ سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا آپ پر لازم
تا کہ پہلے یہ ثابت فرماتے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالے جانے کے وقت شعلے بھی اٹھ رہے تھے۔

۵۔ اگر اس پر قیاس کر کے محض معنوی تکوین مراد لی جائے تو یہ ماننا پڑیگا کہ جس انسان میں بندر کی
صلت پیدا ہو جائے تو دیکھنے والا اس کو بندر کہہ دیا کرے کوئی عاقل اس کو انسانیت سے خارج نہیں
سکتا۔ وہ انسان ہی رہیگا۔ اس کی نسل بھی انسان ہی ہوگی۔ اس کو مردم شماری میں داخل سمجھا جائیگا نہ بندر
شماری میں۔ کونوا قردۃ میں ایک نوع سے دوسری نوع کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ ایک صورت نوعیہ سے دوسری
صورتِ نوعیہ کی تکوین ہو رہی ہے۔ اس کے خلاف نار سے مائیت کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ شعلہ
نی رہے۔ اور ناریت یعنی حرارت مبدل بہ برد ہوگئی۔ آپ کا قیاس تب صحیح تسلیم ہوسکتا تھا کہ یہاں بھی ایک
وع سے دوسری نوع کا مطالبہ ہوتا۔

نار کا اطلاق جس طرح شعلہ پر ہوتا ہے حرارتِ مجردہ کو بھی نار کہا جاتا ہے۔

والنار تقال للهيب الذى يبدو للحاسة نار اُس شعلہ کو بھی کہا جاتا ہے جس کو نظر محسوس کر لیتی ہے
وللحرارة المجردة (راغب) اور حرارت مجردہ کو بھی نار بولتے ہیں۔

قلنا یا نار کونی بردًا میں خطاب شعلوں کو نہیں فرمایا گیا کہ منطفی ہو جائیں بلکہ حرارت کو خطاب ہے جس کو کلمۂ کن نے محول بہ برد کر دیا۔ بہر حال حرارت مفقود ہو کر رہ گئی اور برودت کا وجود خارج میں متحقق ہو گیا لہٰذا آپ صورت اور معنی کی تقسیم معجزہ ابراہیمی میں کرنا محض لاحاصل ہے۔ علاوہ بریں جناب کا یہ فرمانا کہ آگ میں ایک صورت جو شعلہ ہے اور ایک معنویت ہے جو حرارت ہے یہ خود ساختہ تقسیم ہے حرارت تو خود ایک محسوس امر ہے جس چیز کو حواس خمسہ ظاہرہ محسوس کر سکیں اس کو تو کسی عاقل نے معنوی چیز نہیں کہا بلکہ یہ تو بدیہیات میں سے ہے۔

انسانی افراد میں دو چیزیں ہیں ایک جسد اور صورت دوم روح جو باطنی امر ہے۔ کونوا قردۃ میں خطاب محض روح کو نہ تھا کہ تو بندر بن جا بلکہ ارواح مع الاجساد مخاطب تھے۔ آپ کے نظریہ کے مطابق تو یہ ہوا کہ ان کی ارواح بندر بنائی گئیں اور انسانی جسد اور قالب باقی رکھے گئے اور یہ عجائبات میں سے ہے کہ بدن تو انسان کا ہو اور روح بندر کی۔ یہ گورکھ دھندا کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ صریح تناسخ ہے۔

عادات وخصائل کو انسانی حقیقت میں کوئی دخل نہیں لہٰذا کونوا قردۃ میں معنوی مسخ مراد لے کر محض عادات وخصائل کا مسخ ماننا اور پھر اس کو کونی بردًا پر قیاس کرنا انجاب ہی کا حصہ ہے۔

قرآنِ عزیز میں یہ آیت بھی تکوین کے عقدہ کو حل کر رہی ہے۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ الآیہ۔ (بیشک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے اس کو بنایا مٹی سے پھر اس کو کہا ہو جا وہ ہو گیا)

دیکھیے یہاں ایک جامد شے سے جسم نامی حساس متحرک بالارادہ حیوان ناطق خلیفۃ اللہ فی الارض کی تکوین ہو گئی یہ محض قدرت خداوندی کے تحت وقوع پذیر ہوا کہ جنس بھی بدل گئی اور نوع بھی جدید پیدا ہو گئی بالکل اسی طرح کونوا قردۃ میں انسان سے قردہ کی تکوین ہو گئی وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:۔

والظاہر ایضاً ان اللہ عزّ وجلّ سلب خاصتہا من الحرارۃ والاحراق وابقیٰ فیہا الاضاءۃ والاشراق۔	ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آتش کا خاصہ سلب کیا تھا نہ حرارت رہی نہ جلانا ہاں اس کی چمک اور شعلہ زنی باقی رہی۔
وقیل انہا انقلبت ہواءً طیباً وھو علیٰ ھٰذہٖ الھیئۃ من اعظم الخوارق۔	یہ بھی کہا گیا ہے کہ آگ منقلب ہو کر ہوا طیب بن گئی تھی اس لحاظ سے یہ عظیم الشان خارق عادت (اعجاز ابراہیمی) ہے۔

آگے فرماتے ہیں۔

وایما کان فھو اٰیۃ عظیمۃ	جو کچھ بھی ہو وہ بہت بڑا اعجاز اور نشانِ قدرت ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ محققین کے نزدیک ہر حالت میں اعجاز اور خارق عادت اور آیۃ عظیمہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔

اما الاحالۃ فجعل النار ھواءً طیباً لابراھیم علیہ السلام۔	تحویل اور انقلاب کی مثال ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کا ہوا طیب بنا دینا ہے۔

یہ الفاظ اپنی تشریح آپ کر رہے ہیں لیکن ابو النظر صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا انقلاب قوانینِ فطرت کے خلاف ہے۔ معلوم نہیں کہ قانونِ فطرت کا مفہوم آپ کے نزدیک کیا ہے حالانکہ یہ عین قانونِ قدرت ہے ہاں چونکہ یہ معجزہ ہے اس لیے اس کو قانون عادت کے خلاف کہینگے۔ معجزہ خاص عادۃ اللہ کا نام ہے۔ مولانا ابو النظر اس کو خلاف قانون فطرت فرماتے ہیں حالانکہ ان کے اصول کے مطابق شعلہ کا وجود اور احراق کا عدم خلاف قانون فطرت ہو سکتا تھا مگر اس کو تسلیم فرماتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں "محض ابراہیم کے لیے آگ کا خوشگوار جھونکوں میں تبدیل ہو جانا خود بتا رہا ہے کہ

یہاں آگ کی محض ان لپٹوں کو ٹھنڈی ہواؤں میں تبدیل ہو جانے کا حکم دیا گیا تھا جو حضرت ابراہیم
کے پاک جسم کو مس کرنے کی جراَت کریں"

اوّل تو یہ کہنا کہ "محض آگ کی ان لپٹوں کو ٹھنڈی ہواؤں میں تبدیل کیا گیا تھا جو آپ
کے جسم اطہر کو مس کرنے کی جراَت کریں" دعویٰ بلا دلیل ہے۔ یا نار کونی بردا وسلاما میں عام حکم ہے۔ خواہ نا
آپ کے جسم اطہر کے قریب ہو یا بعید۔

بفرض تعلیم آپ نے تحویل وتکوین نوعیت کا اقرار کر کے اپنے نظریہ کے قصر مشید کو تہ وبالا کر دیا اگر
ناحولی لپٹیں ہی ہوائیں تبدیل ہو گئی تھیں تو تکوینی نوعیت کا ثبوت تو فراہم ہو گیا مجھے اس کا اعتراف
کرنا چاہیے کہ جو نکتہ ابو النظر صاحب نے یہاں بیان فرمایا ہے وہ نہایت ہی نازک، لطیف اور قابل
ستائش ہے اس لیے کہ جو اصلی اور فطری امر ہوتا ہے قانونِ فطرت کے تحت ظہور پذیر ہو کر ہی رہتا
اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کے قلم سے آخر حق بات نکل ہی گئی۔ آپ نے مسخ معنوی کے تسلسل
کو جاری رکھتے ہوئے اچھوت اقوام کو مورد غضب الٰہی قرار دے کر قرآنِ عزیز کی تفسیر کا حق ادا کرنے کی
بزعم خود سعی فرمائی ہے لیکن خدارا ذرا اس کا تو خیال فرمایا ہوتا کہ اس مخصوص ہندوستانی قوم کا کونوا
قردۃ خاسئین سے کیا تعلق ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ "اچھوت کے ساتھ اتنی شدید ترین سختیوں کا برتاؤ کیا کچھ غضب الٰہی او
پچھلی نافرمانیوں کی کچھ کم سزا ہے" ذرا غور تو فرمائیں کہ ایک انسان اور ولقد کرمنا بنی آدم کے ایک
فرد کے ساتھ یہ ناپاک سلوک تشدد کرنے والوں کو مورد غضب الٰہی نہیں بناتا؟ کیا ان کی نافرمانیوں میں اض
نہیں ہوتا؟ اور کیا اسلام اس فعل مذموم کی اجازت دیتا ہے؟ اگر اچھوت کو پچھلی نافرمانیوں کی سزا مل رہی
ہے تو منوجی مہاراج آپ کے نزدیک شارع کی حیثیت رکھتے ہیں جس نے شودر کے لیے ہندوستان
کو غم خانہ بنا دیا۔ کیا درد انسانی سے یہ بیگانگی کا عبرتناک مظاہرہ نہیں ہے؟ اچھوتوں کے ساتھ یہ ظلم وستم

...کھنے والی قوم کے متعلق بھی تو آنجناب فرماتے کہ وہ خود مغضوب ہیں یا نہیں اچھوت نے کس پیغمبر کی نافرمانی کی تھی جس کی سزا بھگت رہے ہیں اس پر تاریخی روشنی ڈالی ہوتی۔ لیکن آنجناب شاید انشا پردازی اور اپنے ...ریہ کی تائید کے نشے میں اس کو فراموش کر گئے کہ اس وقت خود مسلم قوم کے ساتھ بھی اچھوت کا سا سلوک ...ہو رہا ہے۔ انہی پہاڑوں کے دامنوں میں ذرا تشریف لیجائیں آپ پر واضح ہو جائیگا کہ اچھوت سے پرہیز ...نے والوں کو ایک مسلم کا سایہ بھی ناپاک کر دیتا ہے۔ کانگڑہ اور کلو کی پہاڑیوں کی سیر کریں۔ آپ پر ...حقائق منکشف ہو جائینگے۔

ایک قوم کی بدترین ذہنیت سے اس قدر تاثر کہ افعال شنیعہ اور اعمال ظالمانہ وسفاکانہ کو قرآنِ ...عزیز کی تفسیر میں بطور شواہد و دلائل پیش کرنا ایک بصر ناقد ہونے کے دعویدار کو زیب نہیں دیتا۔ بنی اسرائیل کے ساتھ فرعون اور فرعونیوں کا سلوک کیا اچھوت سے کم تھا جن کے لیے انا فوقھم قاھرون کے اعلانات ...ے کیا کچھ ظلم وستم نہ ہوتے تھے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور آپ کا مطالبہ بحکم خداوندی فرعون ...سے یہی تھا" ان ارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبھم" بات یہ ہے تو ہمارے سپرد کر دے بنی اسرائیل ...کو اور ان پر ظلم وستم بند کر دے۔

کیا آنجناب فرمائینگے کہ بنی اسرائیل بھی ممسوخ تھے؟ اور اُن کو کس جرم کی سزا مل رہی تھی کیا ...بنی اسرائیل اس وقت بھی مغضوب اور ملعون تھے؟ اور کیا قردہ اور خنازیر بھی تھے؟ کیا ہندو قوم کے ...مظالم مسلمانوں پر ممسوخ ہونے کی وجہ سے ہیں!

ارشاد ہوتا ہے کہ کیا اچھوت بندروں سے بہتر ہیں۔ جو صورت میں انسان اور سیرت میں حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ کیا ان کا نطق نطق انسانی ہے۔ کیا ان کا شعور شعور انسانی ہے۔ اور کیا ان کا درشت پوست انسانی نرم اور حساس جلد ہے"

یہ بات آپ کی تسلیم کہ "وہ بندروں سے بدتر ہیں" لیکن اسلام اس کی تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام ان کو

انسان قرار دیتا ہے "صورت میں انسان اور سیرت میں حیوانوں سے بھی بدتر ہیں" تمام اہلِ یورپ بھی صورت میں انسان اور سیرت میں حیوانوں سے بھی بدتر اخلاق کے مالک ہیں۔ کیا ان کی حیا سوز معیشت اور انسانیت سوز طرزِ معاشرت، مواکلت، مشاربت اور اُن کا تمدن اور تہذیب اب انسانیت اور شرافت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ قرآنِ عزیز یاکلون کما تاکل الانعام" (وہ ڈنگروں کی طرح کھاتے ہیں) فرما کر ان کے طرزِ معیشت کو انسانی معاشرت سے خارج کرتا ہے۔ کیا یہ روحانی مسخ نہیں پھر بیچارے اچھوت ہی کیوں مخصوص ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ کیا ان کا سیاہ اور درشت پوست انسانی نرم اور حساس جلد ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ آپ نے بہت جلدی کی "کیا یہ مسخ صوری کا اقرار تو نہیں ہے"۔ پھر حبشیوں اور بربریوں کا بھی تو یہی حال ہے۔ تو کیا باوجود مسلمان ہونے کے بھی آپ ان کو ممسوخین خاسئین میں شامل کرتے جائینگے۔ آپ نے قبل ازیں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ "قدرت نے ہر چیز خوبصورت بنائی ہے اگر خیر اور شر کا تعلق حسنِ صورت سے ہوتا تو حضرتِ بلال دعوتِ اسلام و حق کے مؤذن نہ قرار پا سکتے "شر کا کوئی رابطہ جسم اور جسمانیات سے نہیں"۔

پھر آنجناب کے اِن ارشادات کو کس مد میں رکھنا چاہیے۔ اگر تمام اچھوت آج مسلمان ہو جائیں تو کیا ان کا رنگ تبدیل ہو جائیگا۔ دنیا کے تمام مزدور، کاشتکار سب کے سب درشت پوست رکھتے ہیں انسانی نرم اور حساس جلد نہیں رکھتے۔ ہندوستان میں افلاس اور مزدوری اکثریت کے ساتھ مسلمانوں کے حصہ میں آئی ہے۔ کیا آپ اِن سب کو ممسوخ اور بندر قرار دے کر کونوا قردۃ خاسئین کی تعداد میں اضافہ فرمائینگے فرماتے ہیں" بندر کو آج بھی ہندو چنے ڈالتے ہیں جو اناج میں سب سے بہتر غذا ہے۔ لیکن اچھوت کو روٹی کے ایک خشک ٹکڑے سے بھی محروم رکھا جاتا ہے"۔ اس لیے کہ چھوت بجائے خود غضب اور لعنت الٰہی ہے بیلوں کو بچھڑے کی پوجا میں یہ ملعونیت نہ تھی۔

قال فاذھب فانّ لک فی الحیوٰۃ ان تقول لا مساس کہا موسیٰ نے دور ہو تیرے لیے زندگی بھر تو اتنی سزا ہے

لامساس (ط) کہ کہا کرے مت ہاتھ لگانا۔

بندو کے خود ممسوخ الفطرت ہونے کی دلیل ہے۔ وہ بھی شرف انسانی سے اتنا ہی بعید ہے۔ جتنا ایک اچھوت ایک یوربین کا فرلمحد۔

آپ نے شرف انسانی کا بھی کوئی معیار مقرر نہیں کیا۔ شاید سرمایہ داری اور ظلم وستم کو آپ شرافت بدو رہے ہیں۔

مولانا! خدا کے غضب کے مظاہرہ کا احاطہ بشر کے امکان سے باہر ہے۔ اس کا غضب مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا رہا ہے، اور ہوتا رہیگا۔ کسی قوم کے مفلس، قلاش، مقہور، مفتوح، مغضوب ضال مضل ملحد مرتد سیرت میں حیوانوں سے بدترین ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر قیاس کرکے کونوا قردۃ خاسئین میں مسخ صوری کا انکار کیا جائے۔ اور قرآنِ عزیز کو اپنے نظریہ کے تحت لایا جائے۔

آپ فرماتے ہیں کہ "مبلغین اسلام کی یہ غفلت نہ انسانی اخلاق و مروت سے نسبت رکھتی ہے امر بالمعروف کرنے والوں کی فطرت سے" یہ آپ کا فرمان تب صحیح مانا جاسکتا تھا جبکہ آپ کے مبلغینِ اسلام ہندوؤں کو مسلمان بنالیتے، اور اچھوتوں کو بدترین خلائق روزگار سمجھ کر چھوڑ دیتے۔ ماشاءاللہ تبلیغ کا حق جیسا ادا ہورہا ہے واضح ہی ہے۔ اسلام میں تو ہر کافر کو داخل کرنا چاہیے۔ ہندو کو بھی رحمتِ خدا کے قریب لانا آپ کا اسلامی فرض ہے۔ کیا وہ آپ کے نزدیک ممسوخ معنوی نہیں ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں نہ تو کوئی جدید نظریہ قائم کیا گیا تھا۔ نہ دلائل وقیاسات جدیدہ پیش کیے گئے

ے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر قدس سرہٗ العزیز نے نصوص، احادیث، آثار پیش کر کے مسخ صوری ومعنوی ثابت فرمایا تھا بطور نکتہ یہ بھی واضح فرما گئے۔ کہ بندر کی جائے ان کو کسی اور حیوانی شکل میں کیوں نہ مسخ فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ "چونکہ بنی اسرائیل کے اس گروہ نے بظاہر تو حیلہ سازی سے کام لیا اور اس کو فطرت انسانی کا مقتضا سمجھ کر کاربند رہے۔ لیکن درحقیقت وہ فطرت انسانی سے بعید ترین شغلہ تھا۔ اس لیے ان کو بندر

کی شکل دیدی گئی۔ کہ وہ بظاہر انسانی ہیکل کے زیادہ قریب ہے۔ اور حقیقت میں انسان نہیں، تو ان کی جزا ان کے اعمال کے ہم جنس ہوئی۔ چونکہ مولانا ابو النظر صاحب نہایت محقق ہیں۔ اس لیے علماء سلف ان کی نظر میں جچتے نہیں۔ بے چارے ابن کثیرؒ کو کبھی بے باک فرما رہے ہیں۔ کہیں علمائے حال کو دھمکا رہے ہیں کہ ابن کثیر سے حسن ظنی کیوں ہے۔ پھر یہ بھی دعویٰ ہے کہ "تحقیقی نظریہ وہی ہے، جو آپ نے پیش فرما ہے" خواہ ابنِ کثیر جیسے مفسرین بھی اس کی ہمنوائی کے لیے تیار نہ ہوں۔ حالانکہ خود ہی اوپر فرما چکے ہیں کہ "بند اپنی ساخت کے اعتبار سے خاسئین میں داخل نہیں بلکہ شرف انسانی کے قریب تر ہے" تو پھر ابن کثیرؒ نے اگر فرما دیا کہ ان کو بہ ظاہر انسانی شکل کے قریب تر رکھا گیا۔ تو کونسا گناہ کبیرہ ہو گیا۔ کہ آپ مغلوب الغضب ہو گئے۔

ذرا خود ہی غور فرمائیے کہ بنی اسرائیل کے اس واقعہ میں تین جماعتیں نظر آتی ہیں۔ واعظین ساکتین، معتدین۔ کیا یہ قانون فطرت کا تقاضا ہے کہ تینوں کو یکساں ہی رکھا جاتا۔ محض معنوی طور پر ذرا ان کو تنبیہ فرما دی جاتی۔ اور کیا وہ اسی معنوی مسخ کے اعتبار سے واعظین اور ساکتین کو ممسوخ نہ قرار دیتے، بہر حال، خارج میں فرق اور امتیاز کونسا ہوتا۔ اور "نکالا لما بین یدیہا وما خلفہا" کیونکر متحقق ہوتا۔ ممسوخ معنوی تو برعکس نتیجہ نکالتا، اور سلیم الفطرت اور دانشمند کو دانش سے بے بہرہ قرار دیتا ہے۔ واذا قیل لھم آمنوا کما آمن الناس قالوا انؤمن کما آمن السفہاء الا انہم ھم السفہاء ولکن لا یعلمون۔

نیز ساکتین کا یہ کہنا لِمَ تَعِظُونَ قوما اللہ مہلکھم او معذبھم عذابا شدیدا کہ تم کیوں وعظ و پند دیتے ہو۔ ان کو جن کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے۔ یا سخت ترین عذاب دینے والا ہے۔ اس سے کونسا عذاب مراد ہے۔ آپ کے نزدیک عذاب یہی تھا کہ وہ یوم سبت میں شکار بھی کریں اور بظاہر عبادت بھی کریں۔

بہر حال ابن کثیرؒ کا نکتہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے۔ ومن لم یذق لم یدر۔ اصول کا تقاضا مسخ صوری ہی تھا، جو مسخ معنوی کو ساتھ لیتا آیا۔ قرآنِ عزیز نے اقوام کے عذابوں کو اس قدر صاف طور پر بتلایا ہے کہ

ہی کو بھی شبہ نہ رہے۔ افسوس کہ آپ اپنے نظریہ کی دُن میں قرآنی نظریہ کو آنکھ اُٹھا کر دیکھتے ہی نہیں۔

ایک خانہ ساز عقیدہ دنیائے اسلام کے سامنے پیش کر کے اسلامی لٹریچر کے تبدیل کرنے میں پیش

دستی دکھانا چاہتے ہیں۔ اور یہ کوئی کمال کی بات نہیں۔ جبکہ بار بار کی فہمائش کے باوجود جماعت اپنے اعتدا

و عنادسے باز نہ آئی تھی۔ تو یہ خود اُن کے ممسوخ المعنی ہونے کا بین ثبوت ہے۔ پھر اگر ان کو محض مسخ معنوی

سے دوچار ہونا پڑتا تو کس عذاب کا اضافہ ہوتا۔ آپ تو خود خلاف قانون قدرت جا رہے ہیں اور اسلاف

سے ناراض ہو رہے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے "کبریائی کی نمائش کے لیے صرف ہر علمی امکان سے بالاتر مظاہرہ کافی ہے۔

ذہنی امکانات دور کر سکنے کے واسطے تکوین اور ابداع کے تمام پہلوؤں کا وجود اور حقیقی وجود ہرگز لازمی نہیں

فرعون اور نمرود کی عملی شکست ان کے ذہنی امکانات یکسر فنا کرنے میں کامیاب ہو سکی"۔ ماشاءاللہ

گویا آپ کے نزدیک قدرت بھی آپ کے قانونِ فطرت سے نظریہ کا تابع رہتی تو اچھا تھا مولانا!

ذرا ہی انصاف کیجیے کہ کہیں اس سے مشیت ایزدی پر حرف گیری لازم تو نہیں آتی؟!

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالنظر صاحب کے نظریہ کا تار پود بکھیرتے ہوئے

فرمایا تھا۔

ولما کان اقوی اسباب تغیر البدن	چونکہ بدن اور اخلاق میں تغیر و تبدل کا قوی ترین
والاخلاق الماکول وجب ان یکون	سبب خوراک ہے۔ تو اصل اصول تغیر بدن کے
رؤسہا من ھذا الباب فمن اشد	اسباب کا یہی غذا ہی ہے۔ پس بدن اور اخلاق
ذلک اثراً تناول الحیوان الذی	کے تبدیل ہو جانے میں شدید ترین مؤثر اس
مسخ قوم بصورتہ	حیوان کا کھانا ہے جس کی صورت پر ایک قوم کو مسخ
	کر دیا گیا تھا۔

ابو النظر صاحب! دیکھیے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بنی اسرائیل کے لیے مسخ صوری کے معتقد
ہیں۔ آپ طویل طویل تقاریر سے ضمائر کے مرجع تلاش کرنے اور مزاج کی صور نوعیہ کی تخلیق میں مصروف عمل
ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ "مسخ قوم بصورتہ" بس یہ ایک جملہ ہی آپ کے اطمینان کے لیے کافی سے زیادہ سامان اپنی
آغوش میں لیے ہوئے ہے۔ اسی کو بار بار پڑھیے اور اپنے جدید غیر فطری نظریہ سے تائب ہونے کی فکر کیجیے
اس لیے کہ آپ نے ایک مسخ کا انکار کرتے کرتے تمام معجزات کے حسی اور صوری ہونے کا انکار کر دیا۔

ندوۃ المصنفین کی نئی کتاب

غلامانِ اسلام

تالیف مولانا سعید احمد صاحب ایم اے مدیر "برہان"

اس کتاب میں ان بزرگان اسلام کے سوانح حیات جمع کیے گئے ہیں جنھوں نے غلام یا آزاد کردہ غلام ہونے کے باوجود ملت کی عظیم خدمات انجام دی ہیں اور جن کے علمی، مذہبی، تاریخی، اصلاحی اور سیاسی کارنامے اس قدر شاندار اور اس قدر روشن ہیں کہ اُن کی نام نہاد غلامی پر آزادی کو رشک کرنے کا حق حاصل ہے، اور جن کو اسلامی سوسائٹی میں عظمت و اقتدار کا فلک الافلاک سمجھا گیا ہے۔

حالات کے جمع کرنے میں پوری تحقیق و کاوش سے کام لیا گیا ہے۔ اور یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی محققانہ مفید، دلچسپ اور معلومات سے پر کتاب اس موضوع پر اب تک کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے غلامانِ اسلام کے حیرت انگیز اور شاندار کارناموں کا نقشہ آنکھوں میں سما جاتا ہے۔ صفحات ۵۵۲ تقطیع ۲۰×۲۶
قیمت مجلد سنہری صہ، غیر مجلد للعہ۔   ملنے کا پتہ:- ندوۃ المصنفین قرولباغ۔ نئی دہلی